

اپنے

جاہلیت میں عربوں کے معاشری و سفارتی تعلقات

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

ایلاف

جاہلیت میں عربوں کے معاشری و سفارتی تعلقات

کلیئے اذیبات، جامعہ استانبول

عرضہ ہوا سورہ ایلاف کی تفسیر میں نے فرانسیسی میں شائع کی تھی، اب اس کا اردو
ترجمہ جو میں نے ہی کیا ہے، کراچی کے موقر رسالہ "البلاغ" کی خدمت میں پیش کر رہا
ہوں تاکہ اگر پسند آئے تو شائع فرمادیں۔ محمد حمید اللہ ۲۳ ذی الحجه ۱۴۳۸ھ

شہر مکہ کی تاسیس اور آغاز:

اہل مکہ کی روایتیں کہتی ہیں کہ اس شہر کا آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا،
(جو تقریباً اٹھارہ سو سال قبل مسح پیدا ہوئے تھے) شخصی اسباب کی بنا پر حضرت ابراہیم
علیہ السلام نے اپنی بیوی حاجرہ اور دودھ پیتے بچے اسماعیل علیہ السلام کو وادی کبک
(قرآن سورہ ۳، آیت ۹۶) میں لا چھوڑا اور وہیں رفتہ رفتہ شہر مکہ آباد ہوا، یہ مقام اس
وقت غیر آباد تو رہا ہو سکتا ہے لیکن قطعاً بے آب و گیاہ اور ناقابل رہائش بہر حال نہ تھا
(سیرۃ ابن ہشام، طبع یورپ، صفحہ ۲۷-۲۸) غیر آباد ہونے کے باعث وہاں زراعت نہ
ہوتی تھی (قرآن کریم سورہ ۱۳، آیت ۲۷: "واد غیر ذی زرع" مگر حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو وہاں آبادی کے امکانات اور انسانی زندگی کے ضروری عناصر نظر آئے
ہوں گے جبکہ تو انہوں نے (مکہ کی قدیم ترین تحریری تاریخی دستاویز یعنی قرآن مجید
سورہ ۱۳، آیت ۲۵ تا ۳۷، نیز سورہ ۲۰، آیت ۱۲۶ کے مطابق) دعا فرمائی۔

”اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب، اس مقام کو پر امن بننا، اور مجھے اور میرے بچوں کو بت پرستی سے بچا..... اے میرے رب میں نے اپنی نسل کے ایک حصے کو ایک زراعت سے خالی وادی میں لا بسایا ہے جو تیرے حرام بنائے ہوئے گھر کے پاس ہے، تاکہ اے ہمارے رب وہ تماز قائم کریں پس آیا کر کے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل ہوں اور انہیں میوں کا رزق عطا فرماء، شاید وہ شکر ادا کیا کریں گے۔“

عربی مأخذوں سے پتا چلتا ہے کہ اس وادی بکہ کے آس پاس کے علاقے میں عرب باشندے خانہ بدلوش ہی سنی، رہتے تھے۔ ان کا تعلق بڑے اور طاقتو رقبیلہ عمالقة سے تھا (جیسا کہ ابن ہشام صفحہ ۳۹ نے ابن الزبری کی بیت کو نقل کرتے ہوئے بتایا ہے، نیز دیکھو سہیلی کی الروض الانف جلد اول صفحہ ۱۵) یہ وہی عمالقة ہیں جن کی ایک شاخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مصر سے خروج سے قبل فلسطین میں بس چکی تھی۔ یہودیوں نے ان کو وہاں سے نکال کر خود بستا چاہا، عمالقة نے حفاظت ذاتی میں مقاومت کی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے یہودیوں نے ان بیچاروں کو بابل میں جتنا کوسا اور بد نام کیا ہے اور ان کو اور انکی عورت، بچوں اور شیرخواروں ہی کو نہیں جاتوروں تک کو جس بے دردی سے نیست و نابود کرنے کا حکم دیا ہے (دیکھو توریت کی کتاب تثنیہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو سال بعد کی تالیف ہے، پاب ۲۰ جملہ ۱۶۔ نیز اشموئیل اول ۱۵/۳) وہ انسانی تاریخ کا سب سے شرمناک واقعہ کہا جا سکتا ہے، لیکن اس سے ہمیں یہاں بحث نہیں۔

مذکورہ عربی مأخذوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی عرب کے قبائل میں سے ایک یعنی جہنم کے کچھ لوگ وادیٰ مکہ میں سے گزرے اور وہاں پینے کا پانی افراط سے نیٹھی کی صورت میں دیکھا..... جواب زمزم کا کنوں بن گیا ہے نیز ایک بنگل موجود پایا (ابن ہشام صفحہ ۱۷-۲۰) اور ممکن ہے جاتوروں کے لیے چہاگاہ بھی

پائی ہو، اس پر وہ وہیں مشہر گئے۔ اگر حضرت ہاجرہ کو اپنی تہائی میں اس قبلیہ کی آمد غنیمت معلوم ہوئی تو جرہمیون کو بھی جسے کی ماں ک حضرت ہاجرہ نے وہاں بننے کی اجازت دی تو شکر گزاری محسوس ہوئی، چنانچہ انہوں نے بی بی اور ان کے ناخنے پر کو اپنی حفاظت اور مہماں نوازی میں لے لیا، جرہمیون کے دوسرے رشتہ دار خاندان بھی رفتہ رفتہ وہاں آ کر بے۔ اور بستی و فاقی دستور کا ایک شہر یا ایک شہری مملکت بن گئی۔ اس لامرکزیت کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کنبوں میں اس بات پر اتفاق نہ ہو سکا کہ شہری زندگی سب لوگ ایک ہی ادارے کے تحت گزاریں۔ ابن ہشام (حوالہ بالا) کے مطابق جہنم قبیلہ اپنے سردار مهاض بن عمرہ کے ساتھ مغلات (بالائی رقبے) میں بسا اور ان کا رشتہ دار قبیلہ قطوراء، جس کا سردار سُمیداع تھا مسئلله (زیرین رقبے) میں قیام پذیر ہوا۔ جو کوئی شماں راستے سے شہر میں آتا تو اس سے مهاض عشر (چنگی) وصول کرتا اور جو جنوبی راستے سے آتا وہ عشر سُمیداع کو ادا کرتا، کچھ عرصہ بعد ان دونوں قبیلوں میں برادر کشی اور جنگ کا بھی پا چلتا ہے جس پر کسی کو حیرت نہ ہونی چاہیے۔

مگر اتنے قدیم عہد میں اس شہری مملکت کے "سفارتی" تعلقات کے سلسلے میں معلومات اور تفصیلوں کی تلاش بے سود ہو گی۔

جو بھی ہو، کہتے ہیں چند سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں دوبارہ آئے، تاکہ اپنے بیٹے اسماعیل کو جواب ایک نوجوان لڑکا تھا، دیکھیں۔ قرآن مجید (سورہ ۲۰، آیت ۱۲۷ و مابعد) کی شہادت کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہاں ایک عبادت گاہ تعمیر کی۔ یہ ایک سادہ مکعب کوٹھری تھی، جو اب کعبہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسے آپ نے "بیت اللہ" کا نام دے کر خدائے واحد کی عبادت سے مخصوص کیا، قرآن مجید (سورہ ۳۰، آیت ۹۶) نے اسے "اول بیت وضع للناس" (پہلاً اگر جو لوگوں کے لیے ہنا یا گیا) قرار دیا ہے، اور یہ بیت المقدس سے کہیں قدیم تر ہے (جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہنا یا) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کے سلسلے میں حج کا بھی حکم دیا کہ لوگ ہر سال عبادت کے لیے اس کی زیارت کو آئیں۔ آس پاس کے لوگ بھی وہاں کشاں کشاں آنے گے (کوئی عبادت

کے لیے تو کوئی تجارت کے لیے) اور اس طرح شہر کی اہمیت روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ اس کا سلسلہ صدیوں جاری رہا، اس اثناء میں بڑے بھی وہاں آ کر ادب سے سر جھکاتے رہے چھوٹے بھی۔ اگر وہاں عرب کے مختلف علاقوں کے ”بادشاہ“ نظر آتے ہیں تو اجنبی بھی ملتے ہیں، عرب سورخوں (شرح بخاری للعینی ح ۷، ص ۳۶۵، تیز اخبار مکتبہ للازرقی، و کتاب التجان لابن حشام، برموقع) کو یقین ہے ان اجنبی زائروں میں افسانہ خیز بادشاہ ذوالقرنین (یعنی دوستگوں والا) بھی شامل تھا۔ اگر اس سے مراد سکندر عظیم ہے تو یونانی تاریخوں میں سکوت ملتا ہے، اگرچہ اس کا مصر سے ہندوستان جاتے ہوئے حجاز سے گزرتا ناممکن نہیں، خاص کر اس بت پرست اور اوہام پسند بادشاہ کے لیے کی عبادت گاہ اتنی مشہور تھی کہ پرانے یونانی جغرافیہ نگار بھی اس کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً بطیموس (جغرافیہ کتاب ۲، باب ۷، فصل ۳۲) اس کو مقربہ (MACORABA) کے نام سے یاد کرتا ہے۔ خوری حلی (کی انگریزی ہش روایتی عربی، طبع ۱۹۵۱ء ص ۱۰۳ میں) لکھا ہے، سبائی زبان میں اس لفظ کے معنے عبادت گاہ کے ہیں (غالباً اس لفظ کو عربی لفظ مفترب سے ربط ہے جو قریب اور قریان گاہ کے معنے رکھتا ہے یعنی بھیت چڑھانے کی جگہ: کعبہ کے پاس ایسا ہوا بھی کرتا تھا) اس سے اس روایت کی توثیق ہوتی ہے کہ یمنی قبیلہ جرہیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسماعیل علیہ السلام کے زمانے میں مکہ آباد کیا تھا، جہاں تک ذوالقرنین کا تعلق ہے مقدونیہ والا سکندر عظیم ایک مینڈھے کی پوجا کیا کرتا تھا اور اس کی سینکھیں بطور علامت کے ٹوپی پر لگا کر پہنتا تھا، یہ روانح مقدونیہ (یوگوسلاویہ) میں اب تک رہا ہے اور وہاں کے حکمران عیسائیت کے باوجود دوستگوں والی ٹوپی درباری مراسم کے وقت پہنچتے رہے ہیں، عربوں نے سکندر عظیم اور اس کے ساتھیوں کو اس لباس میں دیکھا تو ذوالقرنین سے بہتر نام اسے اور کیا دیا جا سکتا ہے! مصر میں سکندر عظیم کے جو کتبے ہیں ان سے اس لباس اور اس کے مفہوم کی پوری توثیق ہوتی ہے۔ عبدالمطلب کے زمانے میں کعبہ کی آرائش جن قدیم اور قیمتی چڑھاؤں سے کی جاتی تھی ان میں دوستگوں والے شہری کبش (مینڈھے) کے سر کا بھی ذکر آتا ہے (اخبار مکتبہ للازرقی، ص ۱۱۱، سنن ابی داؤد، ۱۱/۹۵)۔

معلوم نہیں ایرانی بادشاہ ساسان کبھی شخصاً کہ آیا تھا یا نہیں، مگر سہیلی (الروض الانف ۱/۹۷) نے لکھا ہے کہ جب مخواعہ قبیلے نے حملہ آوری کر کے بڑھم کو مکہ سے نکالا ہا ہر کیا تو جرہیوں نے کعبے کے چڑھاؤں کا خزانہ زمزم کے کنوئیں میں ڈال کر اسے پاٹ دیا تھا، عبدالمطلب نے جب زمزم کا خواب میں نشان پا کر اس کو دوبارہ کھودا تو اندر سے خزانہ بھی برآمد ہوا، اس میں دونہ بھری ہر نہیں اور چند ”قلقی“ تکواریں بھی تھیں جو ایرانیوں کے بادشاہ ساسان نے کعبہ کو تحفہ دی تھیں۔ بعض روایتوں میں یہ بادشاہ شاہپور کی فرستادہ چیزیں ہیں۔

مختلف خانوادے:

جرہیوں کے علاوہ جنکا اوپر ذکر آیا مورخوں کا بیان ہے کہ کے پر قبیلہ ایاد نے بھی حکمرانی کی ہے (انساب الاشراف للبلاد ذری جلد اول، ص ۵۱) پھر انہوں نے خزانہ قبیلے کے لیے اپنی جگہ خالی کی۔ اس عہد کے متعلق زیادہ حالات معلوم نہیں، لیکن جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قصیٰ نے مخواہی سردار کی بیٹی سے نکاح کیا تو یہ ایک تاریخی زمانے سے تعلق رکھتا ہے جس کا تھیک عصر بھی معین کیا جا سکتا ہے۔ خر کے انتقال پر قصیٰ نے وہاں سرداری حاصل کر لی۔ قصیٰ کی ماں شانی عرب کے قبیلہ قضاۓ سے تعلق رکھتی تھی، ابن حبیب (کتاب المتنق، طبع حیدر آباد دکن، ص ۲۷۶) کا بیان ہے کہ اس تبدیلی حکومت کے زمانے میں قضاۓ اور ان کے حلیف اسد کے قبیلوں نے مسلح فوج بھیج کر قصیٰ کی حمایت کی تھی۔ ابن حبیب کے شاگرد ابن تیبہ (کتاب المعارف، طبع یورپ، ص ۳۱۳) کے مطابق تو قیصر روم (بیزنطینی حکمران) نے قصیٰ کی مدد کی تھی۔ اس زمانے میں پہلا تھیوڈوس (۳۷۹ء تا ۴۱۵ء) بادشاہ تھا۔ اس زمانے میں رومی سلطنت کے دو نکڑے ہو گئے تھے اور قسطنطینیہ کے مشرقی رومیوں (بیزنطینیوں) نے روما کے مغربی رومیوں سے خود مختاری اختیار کر لی تھی، ممکن ہے قصیٰ کی مدد سے تھیوڈوس کا نشانہ اپنے اقتدار کو مضبوط تر بلکہ وسیع تر کرنا بھی ہو۔

جو بھی ہوا ہو، قصیٰ نے بلدی زندگی کی نئی تنظیم کی اور سکے کی شہری مملکت میں

متعدد ادارے کا فرمائی کرنے لگے جن میں سے بعض صراحة کے ساتھ قصی کی ایجاد ہوتا بتائے گئے ہیں۔ (مثلاً باشندوں پر رفادہ کے نام سے ایک سالانہ نیکس عائد کیا جانا)۔

کے کی حکومت:

ہر دیگر مملکت کی طرح کے کی شہری مملکت بھی خود مختار تھی اور اندر وہی اقتدار اعلیٰ سے بہرہ و رکھی۔ چنانچہ وہ اجنبیوں سے معابدے کر سکتی اور کسی اور اجنبی اقتدار کی ماتحتی کے بغیر ان سے امن یا جنگ کے تعلقات رکھ سکتی تھی۔

ہم یہاں صرف سفارتی اور اجنبی تعلقات سے بحث پر اکتفا کریں گے۔ اس سلسلے میں وہاں ایک موروثی عہدہ دار (وزیر) "سفیر و منافر" کے نام سے پایا جاتا تھا۔ اس کا پتا نہیں چلتا تھا کہ کس تاریخ سے اس ادارے کا آغاز ہوا، لیکن زمانہ ماقبل اسلام کے متعلق پرانے مورثوں نے بعض معلومات محفوظ رکھی ہیں۔ چنانچہ ابن عبدربہ (وفات ۲۳۸ھ، ۹۲۰ء) نے العقد الفرید (طبع بولاق ۱۲۹۳ھ، جلد دوم، ص ۳۶) میں اور المتریزی (وفات ۸۳۵ھ، ۱۳۲۲ء) نے الخبر عن البشر (مخطوطہ مصر جلد چہارم، ص ۲۸۸) میں اور ان میں سے اول الذکر نے ابن الکھی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کے میں اعیانی حکومت تھی جس میں دس موروثی سرداروں کی مجلس کا فرمائی کرتی تھی۔ وزیر خارجہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ مورث لکھتے ہیں کہ "اگر کوئی جنگ چھڑتی تو (حضرت) عمر بن الخطاب کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا، اگر کسی اور قبلے سے فضیلت اور برتری منوانے کے لیے منافر کی ضرورت پیش آتی تو اس کے لیے بھی قریش عمر بن الخطاب کو اپنا منافر بنا کر سمجھتے اور یہ نمائندہ جو بھی کہتا قریش اسے قبول کر لیتے"۔ سارے مؤلف اس پر متفق ہیں کہ اس مجلس حکومت میں دس افراد ہوا کرتے، یہ کہ اسلام کی آمد تک اس کا سلسلہ جاری رہا اور یہ کہ سفیر و منافر کے عہدے پر اسلام سے عین ماقبل حضرت عمر مامور تھے۔

الازرقی نے اپنی مشہور تاریخ (اخبار مکہ، طبع یوروب ص ۷۰) میں بیرونی تعلقات کے متعلق ایک اور واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ خاتہ کعبہ میں آگ لگی

جس سے دیواریں کمزور ہو گئیں، پھر جب ایک موسلا دھار بارش ہوئی تو دیواریں مگر پڑیں اور دوبارہ تعمیر کی ضرورت پیش آئی۔ اس طوفان سے سمندر بھی محفوظ تھا رہا اور ایک روی (بیز نظیفی) جہاز جو سامان لے کر (مصر سے) یمن جا رہا تھا، شعبیہ (موجودہ سکا تھا خاص کر کذبی کے تختے خریدے لیے اور جہاز والوں کو اجازت دی کہ مکہ آئیں اور بچا کچا سامان وہاں بچیں اور انہیں عشر (محصول درآمد) بھی معاف کر دیا، ورنہ عادت یہ تھی کہ روی تاجر کہ آئے تو ان سے وہاں عشر (دس فیصد چلتی) وصول کیا جائے جس طرح کہ روی اپنے علاقہ میں کمی تاجروں سے وصول کرتے تھے۔“ یہ ۶۰۵ء کا واقعہ ہے جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پنیتیس (۲۵) سال کی تھی اور اس میں شہنشہ نہیں کہ: کمی قانون بین الامم کا خاصاً قدیم قاعدہ تھا۔

یہاں ایک اور واقعہ کا ذکر کیا جاسکتا ہے جسے کسی قدر اہمیت حاصل ہے، وہ یہ کہ قدیم زمانے میں مکہ مشرق و مغرب کی بین الامم کے تجارت کی شاہراہ پر واقع تھا۔ یمن بلکہ خود ہندوستان کی پیداوار شام اور قحطانیہ جانے کے لیے کے سے گذرتی تھی۔ اس عبور و مرور کے لیے ہر مقام (بیشمول مکہ) کے لوگوں کی اجازت ناگزیر تھی۔ اسی طرح عرب بھی (بیشمول اہل مکہ) تجارت کے لیے یہودی ممالک کا سفر کیا کرتے تھے، اور سر برآورده لوگ جہاں بھی جاتے وہاں کے اعلیٰ افراد سے ضرور ملتے تھے۔ خاص کر شاعر بادشاہوں کے دربار میں حاضر ہوتے اور مدح و ستائش کے قصیدے گاتے۔ ابن عبد ربہ وغیرہ کی کتابوں میں ”وقادات“ پر مستقل باب بھی ہیں کہ کس طرح مختلف عرب افراد یہودی حکمرانوں کے ہاں باریاب ہوتے رہے۔ اس سلسلے میں مکہ کے سر برآورده لوگ جہش کے نجاشی، فارس کے کسری، مصر کے گورنر، یمن، غسان (شام) اور حیرہ (عراق) کے بادشاہوں وغیرہ کے ہاں حاضر ہوتے نظر آتے ہیں۔

اس طرح کی ایک سفارت قبل اسلام کی عربی تاریخ میں بڑی مشہور ہے۔ اسے ایلاف کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کثیر مواد کے باوجودہ مشرق میں ہو کر مغرب میں، کسی نے اب تک توجہ نہیں کی یہاں اسی کا کچھ ذکر مطلوب ہے۔

ایلاف:

سب سے پہلے یہ یاد دلاتا ہے کہ قرآن مجید میں ایک چھوٹا لیکن پورے کا پورا سورہ اس موضوع پر ہے جسے کبھی سورہ قریش اور کبھی سورہ ایلاف کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

- رحمان اور رحیم اللہ کے نام سے!
- ۱۔ قریش کے "ایلاف" کے باعث،
 - ۲۔ ان کے "ایلاف" کے باعث سرما اور گرم اکار و اوس چلتا ہے۔
 - ۳۔ پس چاہیے کہ وہ اس گھر (کعبہ) کے آقا کی عبادت کریں۔
 - ۴۔ جس نے بھوک پر انہیں کھانا کھلایا۔
 - ۵۔ اور خوف پر انہیں امن مہیا کیا ہے۔

(سورہ ۶۰، آیات ۱۵)

سورے میں مذکورہ اس "ایلاف" سے کیا مراد ہے؟ اولاً ایک پرانے واقف کار موڑخ ابن حبیب (فوت ۲۲۵ھ) کی طرف رجوع کریں، وہ اپنی کتاب الحیر، ص ۱۶۲ میں) بیان کرتا ہے کہ "ایلاف العهود" (یعنی ایلاف کے معنی معاهدوں کے ہیں)، سہیلی نے (اپنی سیرت نبوی الرؤض الانف، ۱/۲۸ میں) اس کی تائید کی ہے، اور مختلف شواہد سے استناد کیا ہے۔ لغت نویسون کو بھی اس سے انکار نہیں۔ ایلاف کا مادہ "الف" الفت اور دوستی کے معنے رکھتا ہے اور اس کا فعل متعدد یعنی ایلاف دوستی کرانے، اور الفت پیدا کرنے کے معنے رکھ سکتا ہے۔ لسان العرب اور تاج العروس جیسی بڑی اور مستند لغتوں میں مادہ الف کے تحت مزید برآں یہ بھی صراحة ہے کہ "قرآن مجید میں آئے ہوئے لفظ ایلاف کے معنے معاهدوں اور سمجھوتوں کے ہیں" لیکن بطور اس علم کے ایلاف کا اطلاق ان معاهدوں پر ہوتا ہے جو چند سر برآ اور دہ اہل مکہ نے ہمایہ حکمرانوں سے طے کیا تھا (جن کی تفصیل یقین آتی ہے)۔ ایلاف کے اس مفہوم کی مزید توثیق اس طرح بھی ہوتی ہے کہ ان ایلاف نامی معاهدوں کو بعض مؤرخوں نے عصُم اور عہود کے نام سے اپنی کتابوں میں

ذکر کیا ہے۔ ان الفاظ کے بھی معنے ہیں معابدے، یا اطمینان دہانیاں۔

ان معابدوں کا قصہ:

تاریخ یعقوبی (۱/۲۸۲ تا ۲۷۰) میں لکھا ہے: اہل مکہ مصیبت زدہ تھے اور ان کے تاجروں کا کاروبار حدود شہر سے باہر نہ جاتا تھا۔ ایک سال قحط پڑ کر حالت ابتر ہو گئی تو ہاشم (آنحضرتؐ کے دادا) نے تجارت کے لیے شام کا سفر کیا، کارروائی کے سردار کے اچھے طرز عمل کی اطلاع قیصر روم تک پہنچی، وہ فیاض، مہمان نواز اور دیگر اچھے اخلاق کا حامل ہے۔ اپنے استغاب کی تشفی کے لیے قیصر نے ہاشم کو حضور میں طلب کیا اور گفتگو کے بعد اسے اجازت دی کہ تجارتی کارروائی شام لایا کرے اور وہاں اپنے ملک کی پیداوار یعنی، مثلاً حجاز کے چھرے اور یمن کے کپڑے، سفر و اپسی میں ہاشم نے شام سے کے تک راتے میں پڑنے والے قبلوں سے (عبور و مرور کی سلامتی کے) معابدے کیے یعقوبی نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ہاشم نے ایک مہائل معابدہ جبش کے نجاشی سے بھی کیا، پھر ہاشم کی وفات پر (اس کے بھائی) عبدش نے جبش کا سفر کیا کہ اس اجازت نامے کی تجدید کرائے۔

ایک اور مورخ ابن حبیب نے اپنی کتاب (المق من ص ۳۰ تا ۳۱ باب "حدیث الایلاف") میں اس کی مزید تفصیلیں دی ہیں اور انکی کے حوالے سے ہاشم اور قیصر کی گفتگو نقل کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ہاشم نے قیصر سے کہا کہ اگر حجازی پیداوار خود لا کر یعنی تو (در میانی واسطے نہ ہونے کی وجہ سے) وہ تمہیں ستی پڑے گی، "فهو أَزْخَصُ عَلَيْنَاكُمْ" (قیصر کی اجازت ملنے پر ہاشم مکہ واپس آیا ایک بڑا تجارتی کارروائی تیار کیا اور شام لے گیا۔ ابن حبیب لکھتا ہے کہ اس دوسرے سفر کی اثنائیں ہاشم نے شہر غزہ میں (جو عرب کے انتہائی شمال میں علاقہ فلسطین میں بحر متوسط پر واقع ہے) وفات پائی اور اسے وہیں دفن بھی کر دیا گیا۔ یہ کہ ایک مہائل مقصد کے لیے ہاشم کے بھائی المطلب نے یمن کا سفر کیا اور رومان (یمن) میں وفات پائی؛ تیرا بھائی نوبل کارروائی لیکر عراق گیا کیونکہ کسری ایران نے اس کی اجازت دی تھی۔ نوبل کی وفات سلمان

(عراق) میں ہوئی: صرف چوتھا بھائی عبد شمس جبش کے کارروان سفروں کے باوجود اپنے گھر میں فوت ہوا اور کے میں دفن کیا گیا، شاعر مطرود الخزائی نے اس کا ذکر اپنے مرثیے میں یوں کیا ہے (ترجمہ از عربی):

ایک قبرسلمان میں، ایک قبر۔

رومیان میں اور ایک قبر غزہ (غزہ) میں۔

اور ایک جس کی وفات

جون کے قریب خدیات کے مشرق میں ہوئی۔

طبقات ابن سعد (طبع یورپ جلد اول، حصہ اول ص ۳۳۶ تا ۳۶۲) میں کئی مأخذوں کی مدد سے تفصیل دی گئی ہے، چنانچہ انکسی کے مطابق سب سے بڑے بھائی المطلب نے تجارتی جبش سے، ہاشم نے شام کے ہرقل سے (گویا ہرقل رومی شہنشاہوں کا لقب ہو)، نوبل نے کسری عراق سے اجازت حاصل کی کہ ان کے علاقوں میں تجارتی کارروان لایا کریں۔ ابن حماس کی روایت کے مطابق سردیوں میں کارروان یمن جاتے اور گرمیوں میں غزہ بلکہ انفرہ تک چلے جاتے۔ آگے چل کر ابن سعد نے لکھا ہے کہ قیصر نے صرف ہاشم کو رومی علاقے میں کارروان لانے کی اجازت دی، بلکہ ایک سفارشی خط تجارتی کے نام بھی دیا جس میں جبش کے بادشاہ سے سفارش کی تھی کہ وہ بھی کسی تاجروں کو مہائل اجازت دے، ابن سعد نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہاشم نے راستے پر پڑنے والے قبیلوں سے بھی معاهدے کیے جن میں یہ قرارداد تھی کہ ان قبیلوں کا سامان قریش رومی منڈیوں تک خود مفت یجا میں گے اور جو قیمت وصول ہو وہ کیش لیے بغیر ان کو ادا کر دیں گے (معاوضہ میں قبیلہ کارروان کی سلامتی کا ذمہ دار ہو گا) ابن سعد نے مزید برآں یہ بھی صراحت کی ہے کہ قیصر سے اجازت ملنے کے بعد ہاشم جب مکر (آخری مرتبہ) شام کے سفر پر روانہ ہوا تو اثناء راہ میں مدینے سے گزرتے وقت وہاں ایک نوجوان بیوہ سے نکاح کیا پھر آگے روانہ ہو کر یہاں کیک غزہ میں وفات پائی۔ چند ماہ بعد سو گوار بیوی کو عبدالمطلب نای لڑکا پیدا ہوا (یعنی آخر خضرت کا دادا)۔

تاریخ طبری (طبع یورپ سلسہ اول صفحہ ۱۰۸۹) میں لکھا ہے کہ یہ معاهدہ شام کے روی اور غسانی افراد سے ٹے ہوا تھا، یہ کہ ہاشم کے بھائی عبدالش نے جوش کا سفر کیا کہ فجاشی سے مماثل معاهدہ کرے، یہ کہ ایک اور بھائی نوفل کسری ایران سے طنے عراق گیا تاکہ عراق اور ایرانی سر زمین میں آنے کی مماثل اجازت حاصل کرے، اور یہ کہ ایک اور بھائی المطلب نے یمن کا سفر کیا تاکہ وہاں کے حیری پادشاہ سے بھی اسی طرح کا اجازت نامہ حاصل کرے۔

ابن حبیب کی کتاب الحُمَق (ص ۲۶۲ ۲۶۳) میں اسی موضوع پر ایک دوسرا باب بھی ہے جس کا عنوان ہے ”حدیث الرحلتين“ اس میں الحکمی کی روایت نقل ہوئی ہے کہ ابتداءً قریش کی یہ عادت تھی کہ ہر سال دو مرتبہ کارروائی سفر کریں: سردیوں میں یمن کا گرمیوں میں شام کا۔ رفتہ رفتہ یہ ان کے لیے دو بھر ہو گیا..... (اس لیے کہ وہ مالدار اور آرام طلب ہو گئے تھے؟ یا اس لیے کہ اصل کارپروڈاہ تاجر بوڑھے ہو گئے تھے؟)..... اس پر تباہ اور جریش نیز یمن کے بعض دیگر ساحلی رقبوں کے باشندے سامان پہنچانے کا کام خود انجام دینے لگے۔ بری تاجر (جنوبی مشرقی مضافات مکہ یعنی) الحصب تک سامان پہنچاتے، اور بھری تاجر بند رگاہ جدہ تک۔ اس طرح اہل مکہ کو خود سفر کرنے کی حاجت نہ رہی، مگر ایک مرتبہ ایسا قحط پر اجو مسلسل کئی سال تک جاری رہا اور اہل مکہ کے سارے سرمائے خرچ ہو گئے، اس وقت ہاشم نے شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ وہاں اس نے بڑی مقدار میں روزیاں خریدیں اور انہیں مکہ لا کر چور چور کیا (کہ سخت ہو گئی تھیں) اور انہیں ایک گرم شوربے میں ڈال کر اہل مکہ کی ضیافت کی، اسی سبب سے اسے ہاشم کے لقب سے یاد کیا جانے لگا (جس کے معنی ہیں ”چور چور کرنے والا“) ورنہ اس کا نام اصل میں عمر و تھا۔

نظام الدین الحنفی نے اپنی تفسیر میں سورہ ایلاف کی بحث میں ان معلومات کا اضافہ کیا ہے کہ مذکورہ بالا بھری تاجر جبشی تھے، یہ کہ کے والے جدے تک اپنے گدھے بیجا تے تاکہ کشتوں سے اتارا ہو امال کے تک لا لیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جبشی تاجروں نے بعد میں اپنا حلقة عمل وسیع تر کر لیا اور

اپنا درآمد کردہ مال خود، ہی کے تک پہنچانا شروع کیا۔ اس سلسلے میں ایک چھوٹے سے واقعے کا بلا ذری (انساب الاشراف، مخطوطہ استانبول ۲/۲۲۵) اور ابن عبد ربہ (العقد الفرید، ۲/۳۷) نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ ایک مرتبہ قحط سالی کے زمانے میں جبشی تاجر سامان مکہ لائے مگر وہاں چند نوجوانوں نے اسے فوراً لوٹ لیا، اہل مکہ (قریش) ذرے کہ کہیں اس کے بڑے نتائج میں جبشی سامان کی درآمد ہی بند نہ ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے مجاشی کے ہاں ایک سفارت بھیجی اور چند آدمی بطور یوغال بھی اس کے سپرد کیے، تاکہ اسے اپنی حسن نیت کا یقین دلائیں۔ مجاشی ابو یکسوم اتنے ان یوغالوں کے ساتھ اپنیا بر تاؤ کیا۔

ابن ہشام (سیرۃ رسول اللہ، طبع یورپ، صفحہ ۳۶، ۳۸، ۳۸۷، ۸۹۳، ۸۹۴، اور ۱۱۳) کے ہاں کوئی خاص نتیجہ نہیں۔

وہ مذکورہ قصے کا خلاصہ بیان کرتا اور چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتا ہے، اس کتاب کے شارح سہیلی (الروض الانف ۱/۳۸، ۹۷، ۹۸، ۱۱۷) نے کوئی نئے معلومات نہیں دیے ہیں، البتہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس مولف کے ہاں (ص ۳۸ پ) جن حکرانوں نے کارروائی لانے کی اجازت دی تھی ان میں مصر کے بادشاہ کا ذکر ہے، نہیں کے حکران کا نام نہیں ممکن ہے سہو قلم ہو۔

البلاذری (انساب الاشراف، طبع مصر ۱/۵۹) میں مختصر ذکر ہے اور لکھا ہے کہ ہاشم نے شام وغیرہ کے حکرانوں سے ”عصم“، یعنی حفاظت کی اطمینان دہانیاں حاصل کیں۔

آخر میں مسعودی (مرrog الذہب، طبع یورپ ۳/۱۲۱) قابل ذکر ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ ”قریش نے بادشاہوں سے ایلاف حاصل کیا اور یہ کہ اس لفظ کے

۱۔ اس زمانہ میں یکسوی خانوادے کی جش میں حکومت تھی، معلوم نہیں اسی کی طرف اشارہ ہے، یا واقعی اس مجاشی کے بیٹے کا نام بھی یکسوی تھا، بیکن کے سد مارب پر ابرہمہ کا جو کتبہ ہے اس میں ابرہمہ کے ایک بیٹے کا نام یکسوی ہی لکھا ہے۔ اور اس ابرہمہ کو بھی عرب سوراخ ابو یکسوی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آیا مجاشی یعنی جش کے بادشاہ کا بھی بھی نام تھا، یہ معلوم نہیں۔

معنے ہیں اس۔ پھر اس مؤلف نے تائید میں مطرود الخزاعی کی بتیں نقل کی ہیں جن میں ان مذکورہ معابدوں کو لفظ "عہد" سے موسوم کیا گیا ہے۔
ان واقعات کی توقیت اور حکمرانوں کا تعین:

جیسا کہ نظر آئے گا سارے ہی مؤلف اس پر تفقیح ہیں کہ یہ معاشی و سفارتی کارنامہ ہاشم نے انجام دیا تھا۔ یہ آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہیں، ہمارے مأخذوں میں واقعہ کی تاریخ بیان نہیں ہوئی ہے لیکن اس کا تعین کرنا دشوار نہیں معلوم ہوتا۔
 ابن ہشام (ضفہ ۱۰۸) کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کی وفات کے وقت آخرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ سال تھی۔ انساب بلاذری (۸۲/۱) میں وہ ساری روایتیں جمع کی گئی ہیں جن میں عبدالمطلب کی عمر کا ذکر ہے وفات ۸۲ یا ۸۸ یا ۱۱۰ سال کی عمر میں ہوئی۔ بلاذری (حوالہ بالا) ابن حبیب (کتاب الحثیر ص ۳۷۷) نیز دیگر بعض مؤلفوں نے تو عبدالمطلب کی وفات ۱۳۰ سال کی عمر میں قرار دی ہے۔ ان سب کا اوسط یعنی ۱۱۰ سال قرین قیاس معلوم ہوتا ہے اور عام طور پر سوراخ یہی عمر بیان کرتے ہیں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ سورخوں (انساب البلاذری ۸۲/۱ اور محیر لابن حبیب، ص ۲۹۶) کے مطابق سن رسیدگی کے باعث عبدالمطلب کی بصارت بالکلیہ زائل ہو گئی تھی۔

چونکہ رسول اکرم کی ولادت ۵۷۱ء میں ہوئی اور جب آپ کی عمر آٹھ سال کی تھی تو عبدالمطلب نے وفات پائی ۷۲۵ء میں اور ولادت اس سے ۱۱۰ سال قبل ۷۲۶ء میں ہوئی چاہیے۔ ہم یہ دیکھے چکے ہیں کہ عبدالمطلب کی ولادت مذکورہ بالا معابدات کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ہوئی اس طرح ایلاف کا زمانہ کم و بیش ۷۲۵ء کا سمجھا جا سکتا ہے۔

اس زمانہ میں کون کہاں کا پادشاہ تھا؟

روی:

قطنطیہ کا پیر نطفی (روی) حکراں اس زمانے میں لیون اعظم (پہلا لیون) تھا

از: ڈاکٹر محمد حمید اللہ

جن نے ۳۵۷ء تا ۳۷۷ء حکومت کی۔ اس کے زمانے میں افریقہ میں شدید جنگیں ہوئیں۔ اس کے عہد میں ایران سے تعلقات پُر امن تھے اس لیے ہر قسم کی معاشری سرگرمی کا موقع ملا ہو گا۔ سلطنت روما کے جب دنکڑے ہوئے تو مصر بیرونی طینیوں کے قبضے میں رہا اور کہتے ہیں کہ انہوں نے تجارتی حمل و نقل کو خشکی کے کارروانوں کی جگہ سمندری چہازوں کے ذریعے سے انجام دینا شروع کیا۔ افریقہ میں جنگ چھڑی تو لازماً سارے بحری وسائل فوج اور ہتھیار روائے کرنے میں لگا دیے گئے ہوں گے، ان حالات میں یمن، ہندوستان اور باقی مشرقی ممالک سے جن چیزوں کی درآمد ہوا کرتی تھی اس کے لیے یہ قابل فہم اور معقول چیز ہے کہ ان خشکی کے کارروانوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے جو مکہ سے گزر اکرتے تھے۔

ایرانی:

۳۶۵ء کی تاریخ پر ایران میں خسرو پرویز تخت پر نظر آتا ہے۔ نویلڈ یکے اور کرشن کے مطابق یہ ۳۵۵ء تا ۳۷۲ء حکمران رہا مگر اس میں سہو معلوم ہوتی ہے۔ ابن حبیب (کتاب اخبار، ص ۳۶۱ و مابعد) کا بیان زیادہ قرین قیاس ہے کہ پرویز نے ۳۵۹ء سے ۳۸۳ء تک حکومت کی۔ مندرجہ ذیل واقعے سے معلوم ہو سکے گا کہ اس ہادشاہ کو ہیرونی کارروانوں کی کیوں ضرورت پیش آئی:

اس کی حکومت کے زمانے میں ایک قحط پڑا لیکن ہادشاہ نے اس سے اپنی طرح قبٹ لیا۔ جو کچھ غزانہ شاہی میں تھا وہ اس نے ہاتھ دیا اور متصول (لیکس) کی وصولی بند کر دی۔ اور چتنا ہو سکتا تھا لتم وقت کو بہتر ہنا دیا۔ صرف ایک شخص کو مستثنیٰ کر دیں تو کوئی آدمی اس زمانے میں قحط کی وجہ نے نہ مرا..... دیگر راویوں کے مطابق یہ قحط مسلسل سال تک جاری رہا، شہروں اور چشمتوں کا پانی سوکھ گیا، درخت اور جنگل خشک ہو گئے، زراعت اور بیاتات عام طور پر مر گئے، چاہے میداںوں میں ہوں کہ پہاڑوں پر، پرندے اور جنگلی

جانور بھوک سے ہلاک ہو گئے، گھریلو جانور قحط زدگی سے اتنے کمزور ہو گئے کہ حمل و نقل کے لیے ان پر کوئی چیز لا دی نہیں جا سکتی تھی۔ دریائے دجلہ میں پانی اتر گیا اور غذا کی کمی مایحتاج کی قلت اور ہر قسم کی مشکلوں کے باعث لوگ عام طور پر قحط کا شکار ہو گئے۔ اس پر بادشاہ (پروین) نے رعایا کے نام فرمان صادر کیا اور انہیں اطلاع دی کہ انہیں محصول مالکداری جزیہ (محصول چنگی) اور تائبہ (دیگر عارضی محصولوں) اور بیگاری سے معاف کیا جاتا ہے، یہ کہ اب وہ اپنے مالک آپ ہیں۔ اور یہ کہ وہ انہیں حکم دیتا ہے اپنی بقا و گذر کے لیے قلہ فراہم کرنے کی ساری ممکنہ کوشش کریں، بادشاہ نے ان کے نام ایک اور فرمان بھی جاری کیا، اس میں انہیں حکم تھا کہ چھپائے ہوئے، جمع کیے ہوئے اور غلے کے دیگر ذخیرے نکالیں جو کہ انسانوں کے لیے غذا کا کام دیتے ہوں، آپس میں مساوات ملحوظ رکھیں، ترجیحات کو تنظراً نداز کریں، امیر اور غریب میں یکسانی پائی جائے، چھوٹے بڑے میں تفریق نہ ہو۔ بادشاہ نے انہیں متنیہ کیا کہ اگر کہیں کوئی شخص قاتہ کشی سے مرے تو اس پورے شہر یا گاؤں کے باشندوں کو سزا دی جائے گی اور بہت سخت سزا دی جائے گی۔ پروین نے اس قحط کے زمانے میں لظم و نق اس طرح چلایا کہ کوئی شخص بھوک کی وجہ سے ہلاک نہ ہونے پایا۔ بصرف ”اردو شیر خرہ و فیروز“ نامی مقام پر ایک واردات ہوئی۔ پھر اس زمانے میں بادشاہ نے خدا سے رجوع کیا اور برسات کے لیے دعا کی، خدا نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ملک حسب سابق سربز ہو گیا پانی کو افراط ہو گیا اور درخت ہرے بھرے ہو گئے۔ ” (تاریخ طبری، طبع یورپ سلسلہ اول صفحہ ۲۷۸، ۳۷۸، ۸۷۳، ۸۵۲، ۲۸۶، ۲۸۵)۔ کی فرانسیسی تاریخ ساسانیاں، ص ۲۸۵)

یمنی:

جبکہ یمن کے حکمران کا تعلق ہے اس سے مراد غالباً شیع بن حسان بن شیع ہے جس نے مشہور الحارث بن عمرو الکندي (مشہور شاعر امراء القیس بن ججر کے دادا) کو اپنا نائب اور پہ سالار بنا دیا تھا۔ اس کے متعلق تاریخ طبری (ص ۸۸۲ تا ۸۸۱) میں لکھا ہے: ”اسے جنات نے (ویران صحرائیں) بھٹکا دیا تھا، مگر وہاں سے وہ صحیح سلامت واپس آگیا وہ علم نجوم کا سب سے بڑا ماہر اور اپنے زمانے کے عالموں میں سب سے زیادہ مُلکنده تھا، اور تاریخ گذشتہ اور آئندہ واقعات کو پیشین گوئی کی واقفیت بھی سب سے زیادہ اس کو تھی پھر وہ شیع بن حسان بن شیع بن ملکبر بن تج الاقرن کے نام سے حکمران ہنا۔ حمیری (جنوبی عرب والے) ہوں کہ دیگر عرب، سب اس سے تحرارتے تھے۔ اس نے اپنے بھائیہ الحارث بن عمرو بن ججر الکندي کو ایک بڑی فوج کا پہہ سالار، ہنا کر قبائل معدہ اور شہر حیرہ اور اس کے آس پاس علاقے کی طرف روانہ کیا، اس زمانے میں حیرہ کا پادشاہ العمان بن امراء القیس (المعروف پہ ابن الشقيقة) تھا، حارث وہاں پہنچا اور لڑائی کے بعد نعمان اور اس کے چند رشتہ داروں کو قتل کیا اور اس کی فوج کو لکھتی دی صرف ہادشاہ کا بیٹا جو قبیلہ نمر کی ماء السماء نامی بیوی کے بطن سے پیدا ہوا تھا، اس قتل حادث سے جان بچا کر بھاگ تکلا المندر کا خاتون ادھ حکومت سے محروم ہو گیا اور الحارث بن عمرو اس کے علاقے کا بھی مالک ہو گیا۔“ یہ حارث بہت دن تک حکمران رہا۔ اس نے اپنے بیٹوں کو فوج دے کر بھیجا کہ شام اور غستائیوں کی حکومت بھی چھین لے۔ سویڈن کے مستشرق اولنڈر نے اپنی انگریزی کتاب:

(OLINDER, THE KINGS OF KINDA OF THE FAMILY OF AKILAL MURAR)

یعنی خالوادہ آکل المرار کے حکمران کندہ، مطبوعہ لوند، ۱۹۲۷ء ص ۲۸) میں اس کے متعلق لکھا ہے: ”یہاں جس حمیری حکمران کی طرف اشارہ ہے اس سے مراد ہارمان صنو ۳۹۷ء (HARTMANN, ARABISCHE FRAGE) کے مطابق شرحبیل یکف بن شرحبیل یعفر ہے جس کا ذکر ۲۶۷ء کے ایک کتبے میں ملتا ہے (اس بارے میں دیکھو گلزار، ص ۲۶)

اس شرچبیل یعفر کا ذکر ریکمانس (GRYKMAN) نے بھی مجلہ موزیون (MUSEON) جلد ۶۱، شمارہ ۳، ص ۲۳۳ء ۱۹۳۸ء میں اپنے فرانسیسی مضمون (احمد فخری کے دریافت کردہ یمنی کتبے) میں کیا ہے، اس گماں کی تائید اس واقعے سے بھی ہوتی ہے کہ حضرموت میں بمقام رابیہ ہر سال ایک میلہ لگتا تھا جس کے متعلق سورخ لکھتے ہیں:

”وہاں جاتا ہوتا تو قریشی تاجر تو خاتوادہ آکل المرار سے خغارہ (بدرقه) حاصل کرتے اور اس میلے کو جانے والے دوسرے لوگ حضرموت کے قبیلہ آل سروق بن واہل سے خغارہ حاصل کرتے، یہ دونوں قبیلے خغارہ مفت مہیا کرتے لیکن قریش کی سرپرستی کے باعث قبیلہ آکل المرار سب پر غالب ہو گیا۔“
(ابن حبیب کی کتاب الحجر، ص ۲۷، اور المرزوقي کی الازمنہ و الامکنہ، ۱۶۵/۲، ہردو مطبوعہ حیدر آباد دکن)

جہشی:

جہش کے سلسلے میں ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ اس زمانے میں مشہور یکسومی خاتوادہ وہاں حکمران تھا، لیکن ان بادشاہوں کے سلسلے میں زیر بحث زمانے کے متعلق کوئی تاریخی معلومات حاصل نہیں۔ اگر بعد کے زمانے کے واقعات کو معیار قرار دیا جائے تو اس میں عربی مورخوں کی بیان کردہ باتوں کو ناممکن قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں پائی جاتی۔

مصری:

باقی رہتا ہے بادشاہ مصر، جس کا ذکر صرف سہیلی کے ہاں ہے، اگر یہاں کوئی غلطی یا سہو قلم نہیں ہے تو اس سے مراد کوئی یوتانی گورنر ہو گا، بعد کے زمانے میں کے والے تاجر اکثر مصر جایا کرتے نظر آتے ہیں لیکن مصر کے کسی بادشاہ کا، جیسا کہ سہیلی نے ذکر کیا ہے، کوئی پہاڑیں چلتا۔

پورے رجب میں لڑائی بھڑائی حرام بھی جاتی اور قافلوں تک کوئی چھیڑنہ سکتا، جہاں تک خود اہل مکہ کا تعلق ہے، ان کے لیے بسل کامشہور ادارہ پایا جاتا تھا (جس کا ذکر سیرۃ ابن ہشام ص ۶۶ میں اور فیروز آپادی کی القاموس میں مادہ "بس ل" کے تحت ملے گا) اور چند سکی قبیلوں کو پورے آٹھ مہینے اور ہمارے خیال میں اشہر حرم کے چار ہمینوں کے علاوہ کہ اس سے سارے ہی لوگ مستحب ہوتے، گویا سال تمام سارے عرب میں اس حاصل رہتا۔ اور وہ جہاں اور جس قبیلے کے علاقے میں چاہتے جاسکتے، یہ امتیاز اصل میں تو کے کے چند خانوادوں کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن اس سے دوسرے لوگ بھی بے آسانی استفادہ کر سکتے۔ یعنی وہ ان خاندانوں کے کسی فرد کا خفارہ حاصل کر لیں تو وہ ان کے ساتھ ہر جگہ جاتا اور حفاظت مہیا کر سکتا۔ اس خدمت کا اس شخص کو حسب معمول کوئی معاوضہ دیدیا جاتا۔

خلاصہ:

اس بحث سے یہ نتیجہ لکھا جاسکتا ہے جزیرہ نما عرب اسلام سے پہلے تجارتی اغراض کے لیے ایک وفاق میں ملک ہو کر متعدد ہو چکا تھا، ان سے اس سیاسی اتحاد کا راستہ بن گیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے۔ مذکورہ بالا تاریخی واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ نے جو وسیع اور پار آور سفارتی سرگرمی و کھانگی وہ عرب ہی نہیں عربوں کے نسلی و جغرافیائی و سیاسی حدود کے باہر تک بھی موڑ ہو چکی تھی۔

ان سارے بیانات کوئی شخص چاہے تو محض خیالی کہہ کر روکر سکتا ہے، ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ اس مسودہ کو جو منتشر پایا جاتا تھا کیجا، اور اکٹھا کر دیں، محض گمان کے ذریعے سے واقعات تراشنے "خواہش" کو "حقیقت" سمجھنے اور "ہوا ہوتا چاہیے" کہنے کے مقابلہ میں دستاویزوں اور تاریخی بیانوں کو بہر حال زیادہ وقت دینی پڑے گی، ہماری رائے میں یہ ناممکن نہیں کہ ان عربی بیانات میں کہیں کہیں کچھ مبالغہ کیا گیا ہو، لیکن ان کو محض بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔

پورے رجب میں لڑائی بھڑائی حرام بھی جاتی اور قافلوں تک کو کوئی چھینڑنہ سکتا، جہاں تک خود اہل مکہ کا تعلق ہے، ان کے لیے بسل کا مشہور ادارہ پایا جاتا تھا (جس کا ذکر سیرۃ ابن ہشام ص ۶۶ میں اور فیروز آبادی کی القاموس میں مادہ "بس ل" کے تحت ملے گا) اور چند سکی قبیلوں کو پورے آٹھ مہینے..... اور ہمارے خیال میں اشہر حرم کے چار مہینوں کے علاوہ کہ اس سے سارے ہی لوگ مستحق ہوتے، گویا سال تمام..... سارے عرب میں اس حاصل رہتا۔ اور وہ جہاں اور جس قبیلے کے علاقے میں چاہتے جاسکتے، یہ امتیاز اصل میں تو کسے کے چند خانوادوں کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن اس سے دوسرے لوگ بھی بے آسانی استفادہ کر سکتے۔ یعنی وہ ان خاندانوں کے کسی فرد کا خفارہ حاصل کر لیں تو وہ ان کے ساتھ ہر جگہ چاتا اور حفاظت مہیا کر سکتا۔ اس خدمت کا اس شخص کو حسب معمول کوئی معاوضہ دیدیا جاتا۔

خلاصہ:

اس بحث سے یہ نتیجہ کالا جا سکتا ہے جزیرہ نماۓ عرب اسلام سے پہلے تجارتی اغراض کے لیے ایک وفاق میں مسلک ہو کر متعدد ہو چکا تھا، ان سے اس سیاسی اتحاد کا راستہ بن گیا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کارنامہ ہے۔ مذکورہ بالاتر تاریخی واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قریش مکہ نے جو وسیع اور بارا اور سفارتی سرگرمی دکھائی وہ عرب ہی نہیں عربوں کے نسلی و جغرافیائی و سیاسی حدود کے باہر تک بھی موثر ہو چکی تھی۔

ان سارے بیانات کو کوئی شخص چاہے تو محض خیالی کہہ کر روکر سکتا ہے، ہمارا مقصد یہاں یہ ہے کہ اس مسودہ کو جو منتشر پایا جاتا تھا کیجا، اور اکٹھا کر دیں، محض گمان کے ذریعے سے واقعات تراشنے "خواہش" کو "حقیقت" سمجھنے اور "ہوا ہوتا چاہیے" کہنے کے مقابلہ میں دستاویزوں اور تاریخی بیانوں کو بہر حال زیادہ وقعت دینی پڑے گی، ہماری رائے میں یہ ناممکن نہیں کہ ان عربی بیانات میں کہیں کہیں کچھ مبالغہ کیا گیا ہو، لیکن ان کو محض بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔

ضیمہ:

اوپر کتاب الحمق مؤلفہ ابن حبیب کا ذکر آیا اسے حال میں دائرة المعارف نے
چھاپ بھی دیا ہے، جن لوگوں کی اس تک دسترس نہ ہوان کے فائدے کے لیے اس کے
دونوں بابوں کو یہاں مع ترجمہ نقل کیا جاتا ہے:

(۱) ایلاف کا قصہ

ابن الکھی کی روایت ہے کہ ایلاف کا
قصہ یوں ہوا کہ (کے کے باشندے
یعنی) قریش تاجر لوگ تھے لیکن ان کی
تجاری سرگرمیاں کے سے آگے نہ پڑھتی
تھیں بلکہ اجنبی لوگ سامان لیکر آتے تو یہ
ان سے خریدتے، پھر کے والوں کو بھی
یچھتے اور آس پاس رہنے والے عربوں کو
بھی۔ ان کی تجارت کا یہی حال رہا تا آں
کہ ہاشم شام کے سفر پر روانہ ہوا اور قصر
کے سکونتی علاقے میں پھبرا، اس وقت تک
ہاشم کا نام عمر و تھا۔ وہ ہر روز ایک بکری
کاشٹا اور گوشت اور روٹی سے پکائے
جائے والے ٹریڈ کے پیالے دسترخوان پر
رکھے جاتے اور دعوت عام ہوتی کہ آس
پاس کا ہر شخص آ کر کھائے۔ کہتے ہیں کہ
ہاشم گثے ہوئے بدن کا اور بہت
خوبصورت شخص تھا، اس کی اطلاع قصر
تک پہنچائی گئی کہ یہاں ایک قریشی آیا

(۲) حدیث الایلاف

عن ابن الكلسي قال: كان
من حديث الایلاف ان
قريشاً كانت تجاراً،
و كانت تجارة لهم لا تعود
مسنة، إنما ينقدم عليهم
الاعاجم بالسلع فيشترون
منهم ثم يتها يعون بهم و
يجهرون من حولهم من
العرب فكانت تجاراتهم
كذلك حتى ركب هاشم
بن عبد المناف إلى الشام
فنزل بقيصر واسم هاشم
يومئذ عمرو، فكان يذبح
كل يوم شاة فيصنع جفنة
ثريد ويد عومن حوله
فيها كلون وكان هاشم
فيما زعموا احسن الناس
عصباً وأجملهم فذكر قيس

ہے جو روٹی کو چورا کر کے اس پر شور یا ڈالتا پھر اس میں گوشت ملاتا ہے۔ بات یہ ہوتی کہ عجمی لوگوں کی عادت یہ تھی وہ شور یا تھالیوں میں رکھتے اور تحوزی سی روٹی بطور سالن کے چکھتے۔ اور اسی لیے اسے ”ہاشم“ کا لقب دیا گیا جس کے معنی ہیں چورا چورا کرنے والا۔ قیصر کو اطلاع ملی تو اسے بلا یا۔ جب ملاقات اور گفتگو کی تو بہت اچھا اثر لیا چتا نچوڑہ اسے اکثر بلا یا کرتا اور ملاقات کرتا۔ جب ہاشم نے اپنا رسخ دیکھا تو ایک دن اس سے کہا ”اے بادشاہ، میری بھی ایک قوم ہے جو سارے عرب کی تجارت کی مالک ہے، اگر مناسب معلوم ہو تو انہیں نوشته دے کر جان کی حفاظت کا بھی یقین دلا اور تجارتی مال کی حفاظت کا بھی، تاکہ وہ حجاز کے اچھے چڑیے اور کڑیے لا کر تمہارے ہاں بیچا کریں اور یہ تمہیں زیادہ ستاپڑے گا“ چنانچہ قیصر نے اسے ایک نوشته دیا کہ جو بھی عرب آئے حفاظت سے رہیگا۔ ہاشم یہ نوشته لے کر واپس روانہ ہوا شام کے راستے میں جس جس عرب قبیلہ سے گزرتا اس کے سرداروں سے ایلاف حاصل کرتا، ایلاف کے معنے ہیں ان کی سرزین میں

وقیل: ههنا رجل من قریش
یهشم الخیز ثم يصب
عليه المرء و يفرغ عليه
اللحم وانما كانت الاعاجم
تصنع المرء في الصحاف
ثم يوتدم بالخبز فلذلك
سمى هاشم۔ وبلغ ذلك
قیصر فدعا به فلما رأه
وكلمه آعجب به۔ فكان
يرسل اليه فيدخل عليه،
فلما رأى مكانه منه قال له
هاشم: ”ايها الملك ان لى
قوماً وهم تجار العرب فان
رأيت ان تكتب لهم
كتاباتٍ منهم وتبؤ من
تجارتهم فيقدموا عليك بما
يستظرف من ادم الحجاز
وثيابه فيكونوا يبيعونه
عندكم فهو ارخص
عليكم“ فكتب له كتابا
بأمان من أتى منهم فاقبل
هاشم بذلك الكتاب فجعل
كلما مر بحى من العرب
بطريق الشام اخذ

کسی حلقوی کے بغیر (رہ گزر کا) اسن حاصل ہو، اور یہ امن سب لوگوں کو حاصل ہو، اس کے معاوضے میں قریش ان قبائل کا سامان تجارت خود لیجا میں گے حمل و نقل کے مصارف نہ مانگیں گے اور بینے کے بعد قیمت اور نفع دونوں ان کو واپس ادا کر دیں گے، اس طرح ہاشم نے اپنے اور شام کے درمیان جتنے قبلے تھے سب سے ایلاف حاصل کیا اور جب وہ مکہ پہنچا تو (خوبخبری) لایا اس سے بڑی کوئی چیز ممکن نہ تھی پھر سب لوگ ایک بڑا تجارتی کاروان لے کر لٹکے۔ ہاشم عربوں کے جس جس قبلے سے گزرتا اس سے ایلاف کی شرط کی وعدہ و فائی کرتا رہا اور یہ وعدہ و فائی سب کے ساتھ ہوتی اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ قبائلی سرداروں کو بھی جمع کرتا رہا اور سب کو ساتھ لیکر شام پہنچا اور وہاں کے شہروں میں تھبرا لیکن وہ اسی سفر میں شام (فلسطین) میں بمقام غزہ فوت ہو گیا۔

(اصل میں یہاں کئی مریمیے ہیں جو حذف کیے جاتے ہیں)

جب ہاشم کی وفات ہو گئی تو اسکا بھائی مطلب بن عبد مناف یہیں کیا اور وہاں

من اشرافہم ایلافا فالایلاف
ان یامنوا عندهم فی
ارضهم بغیر حلف عليهم،
و انما هوaman الناس وعلى
ان قریشا تحمل لهم بضائع
فیکفونهم حملانها ویردون
الیهم راس مالهم وربهم
فالخذهاشم الایلاف من
بینه وبين الشام حتى قدم
مکة فانا هم باعدلهم شفی
ازواجه فخرهم وابتعثهم
عذليمة وخرج هاشم
لیجوزهم ویوفیهم ایلافهم
الذی اخذلهم من العرب،
فلم یمرح یوفیهم ذلك
ویجمع بینهم وبين اشراف
العرب حتى ورد بهم الشام
واحلهم قراها فمات فی
ذلك السفر بغزة من الشام۔

(حذفنا العرانی)

فلما مات هاشم، خرج
المطلب بن عبد مناف الى

کے حکمرانوں سے عہد لیا کہ جو قریش ان کے ہاں تجارت کے لیے آئے اسے اس ن رہیگا پھر راستے میں جتنے عرب قبلیے پڑتے تھے ان سے ایلاف حاصل کرتا گیا اور ویسے ہی معابدوں کے ساتھ کہ آیا جیسے ہاشم نے کیا تھا، عبد مناف کے بچوں میں مطلب سب سے بڑا بیٹا تھا اسے فیض کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ جس وقت (مکر) یمن کو جا رہا تھا تو یمن میں بمقامِ زدمان فوت ہو گیا۔ عبد شمس بن عبد مناف جیش کے بادشاہ کے پاس روانہ ہوا اور اس کے ہاں تجارت کے لیے آنے والے قریشیوں کے حق میں ایک نوشۃ اور عہد حاصل کیا، پھر ان (قبائل) سے بھی ایلاف لیا جو راستے میں پڑتے ہیں اور وہ اس طرح (کامیاب) مکہ واپس آیا۔ عبد شمس کی وفات کے میں ہوئی اور اسے جون میں دفن کیا گیا۔ عمر میں یہ ہاشم سے بھی بڑا تھا۔

اور نوفل بھی سفر پر لکھا، یہ عبد مناف کے بیٹوں میں سب سے چھوٹا تھا..... وہ عراق روانہ ہوا اور کسری سے قریشی تاجر و میں عہد حاصل کیا۔ پھر ان سب عرب (قبائل) سے بھی ایلاف حاصل

الیمن فاخذ من ملوکهم
عهد لامن تجر قبلهم من
قریش، ثم اقبل یاخذ
الایلاف من مرہ من
العرب حتی اتی مکة على
مثل ما كان هاشم اخذ
وكان المطلب اکبر ولد
عبد مناف و كان یسمی
الفیض۔ فهلك المطلب
بردمان من الیمن وهو راجع
الی الیمن و خرج
عبد شمس بن عبد مناف
الی ملک الحبشة فاخذ منه
كتابا و عهدا لامن تجر قبله
من قریش، ثم اخذ الایلاف
من بينه وبين العرب حتی
بلغ مکة و هلك عبد شمس
بمکة فقبر بالحجون، و كان
اکبر من هاشم۔

و خرج نوبل بن عبد مناف
و كان اصغر ولد عبد مناف
فخرج الى العراق
فاخذ عهدا من كسرى
لتجار قریش ثم اقبل یاخذ

کرتا گیا جن کے علاقوں سے گزرتا پڑا۔ اور اس طرح مکہ واپس آیا پھر جب وہ (مکر) عراق روانہ ہوا تو عراقی سرزین میں بمقام سلمان فوت ہو گیا۔

عبدمناف کے یہ بیٹے وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھوں ہی سب سے پہلے خدا نے قریش کی قدر و منزلت بلند کی، ان لوگوں سے زیادہ فیاض، عالم، عظیم اور خوبصورت عربوں نے کبھی نہ دیکھے تھے، حقیقت میں یہ آسمان کے تارے ہی تارے تھے۔

(۲) دو کارروائی سفروں کا قصہ

کلبی کا بیان ہے کہ قریش کو (سالاتہ) دو کارروائی سفروں کی عادت تھی ایک سردیوں میں یمن کی طرف، دوسرے گرمیوں میں شام کی طرف وہ اسی عادت پر قائم رہے تا آں کہ یہ محنت ان پر بار گزرنے لگی پھر تالہ اور جوش نیز یمن کے ساحلی علاقے کے باشندوں کی بن آئی، چنانچہ ساحلی علاقے کے لوگ سامان تجارت سمندری راستوں سے، اور اندروںی علاقے والے اونٹوں پر سامان لاد کر آنے لگے۔ ساحل والے جدہ میں

الایلاف ممن يمر به من العرب حتى قدم مكة ثم رجع الى العراق فمات بسلام من ارض العراق۔
وكان بنو عبدمناف هؤلاء اول من رفع الله به قريشاً۔
لم تر العرب مثلهم قط اسمع ولا اعلم ولا اعقل ولا اجمل۔ انما كانوا انجوماً من النجوم.....كتاب المتنع
(ص ۳۱ تا ۳۰)

(۲) حدیث الرحلتين

الكلبي قال: كانت قريش تعودت رحلتين أحد اهما في الشتاء إلى اليمن والآخر في الصيف إلى الشام. فمكثوا بذلك حتى اشتد عليهم الجهد. واخصب تهاله و جرش واهل ساحل البحر من اليمن، فحمل اهل الساحل في البحر و حمل اهل البر بما لم يحصب فامتار اهل مكة ماشاوا، وكفاهم

لئکر ڈالتے اور خشکی والے (کے کے مصاقات میں) محسب تک سامان پہنچاتے۔ اور یوں کے والے جو چاہتے مایحتاج سامان حاصل کر سکتے، اور وہ یعنی اور شام کے جو دو سفر کیا کرتے تھے ان سے خدا نے انہیں نجات دلائی۔ قرآن میں خدا نے یہی یاد دلانے کے لیے وحی فرمائی ہے کہ ”قریش کے ایلاف کے باعث، ان کے ایلاف ہی کے باعث سرما اور گرنا کا کارروان چلتا ہے۔ نیز یہ آیت ”اور اس نے خوف پر انہیں اسن مہیا کیا۔“ مراد یہ ہے کہ دشمن اور جذام کے خوف سے چنانچہ ساری سرزین میں کوئی جذام زده قریش نہیں ملے گا۔ اور ایلاف کے معنے ہیں قریش کی سردی اور گرمی کے کارروائی سفر کی عادت۔ پھر قریش کے لیے مسلسل کئی سال قحط پڑا جس سے ان کا سارا اندونختہ ختم ہو گیا۔ اس پر ہاشم شام روانہ ہوا اور وہاں بڑی مقدار میں روٹیوں کی فرماش دی اور جب روٹیاں تیار ہوئیں تو اس نے انہیں تھیلیوں میں پار کر کے اونٹوں پر لادا اور لیکر مکہ آیا۔ یہاں اس نے ان روٹیوں کو پتوں را پھورا کیا اور (ان لانے والے) اونٹوں کو ذبح

الله الرحّلتینِ كانوا يرحلون
إلى اليمين والشمام فأنزل الله
عز و جل: ”لايلاف قريش
ايلافهم رحلة الشتاء
والصيف“ قوله: ”امنهم
من خوف“ يريد خوف
العدو؛ و خوف الجذام
فليس في الأرض قريش
جذام۔ وايلاف قريش يعني
داب قريش رحلة الشتاء
والصيف فاصابت قريش
سنوات ذهبن بالاموال
فخرج هاشم إلى الشام فامر
بخيز كثير فخيزله، فحمله
في الغرائر على الأبل حتى
اتى مكة فهشم ذلك
الخبز ونحر تلك الأبل ثم
طبخها والقى تلك القدر
على ذلك الخبز فاطعم
أهل مكة و اشباعهم وكان
ذلك اول الحياة
(كتاب المنمق (ص ٢٦٢ تا
٢٦٣)

کر کے پکوان کیا (گوشت اور شوربے)
 یہ دیکھیں اس روٹی پر انڈیلی گئیں اور یہ اس
 نے کے والوں کو کھلایا اور پیٹ بھر کر کھلایا
 اور یہ (وہاں) نئی زندگی کا آغاز تھا۔

(ابتدائی فرانسیسی اشاعت ۱۹۵۷ء ضروری تصحیحات
 کے ساتھ مؤلف ہی نے ترجمہ کیا)

(ماہ نامہ البلاغ - کراچی - جون ۱۹۶۸ء)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ